

## لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكُ

اگر تم نہ ہوتے تو میں کائنات کی کوئی بھی چیز پیدا نہ کرتا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب: 57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

گر ارض و سما کی محفل میں لَوْلَاكَ لَمَا کا شور نہ ہو

یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

(مولوی ظفر علی خان)

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكُ کہ اگر تم (یعنی محمدؐ) نہ ہوتے تو میں اس دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجے گئے تو ہر وقت روتے اور استغفار کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آسمان کی طرف دیکھا اور عرض کی: اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وحی نازل ہوئی کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانتے ہو؟ عرض کیا۔ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی کوئی ہستی نہیں ہے۔ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھ رکھا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ تمہاری اولاد میں سے ہیں۔ وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کیے جاتے۔

(ریاض السالکین صفحہ 302)

بعض محدثین، مکتبہ فکر اور اکابر اس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں اور اس کی بنیاد اس حدیث کو قرار دیتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكُ کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں اس دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔

(ریاض السالکین صفحہ 244)

ان احادیث کے موضوع ہونے پر ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ لَوْلَاكَ کی ترکیب عربی نہیں بلکہ عجمی ہے۔ عربی قواعد کے مطابق لَوْلَا أَنْتَ آنا چاہئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین غزوہ خندق کے دوران خندق کی مٹی ڈھوتے وقت یہ شعر گنگنا رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْتَنَا

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خندق)

افلاک کے معانی آسمانوں کے ہیں لیکن اس سے مراد دنیا میں موجود ہر چیز ہے یعنی زمین و کائنات گویا جُز بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا

(دیلی، الفردوس بآشور الخطاب رقم: 8031)

کہ اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو جنت کو بھی پیدا نہ کرتا اور اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو پھر دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا۔ معروف مفسر امام آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں حقیقت محمدیہ کے بیان میں اس حدیث کو بیان کیا ہے پھر اسی روایت کو سورۃ الفتح کی آیت **إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا** میں ”كَ“ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ (كَ) میں لام تعلیل کے لئے ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ ہم نے عالم کو آپ کی خاطر ظاہر کیا، اس کا یہ معنی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بیان ہوا ہے کہ (اے حبیب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اس کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

(آلوسی، تفسیر روح المعانی، 26: 129)

بعض علماء نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کے پیش نظر یہ لکھا ہے کہ اگر اسے حدیث نہ بھی سمجھا جائے تو بھی یہ روایت معنًا صحیح ہے۔ جیسے علامہ عجلونی۔ وہ ائمہ جو عقائد میں سند کا درجہ رکھتے ہیں جن کی عمریں توحید اور شرک کا صحیح مفہوم سمجھانے میں صرف ہوئیں وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ نور محمدی کو سب سے پہلے تخلیق کیا گیا انہی ائمہ میں سے ایک امام ابو الحسن اشعری ہیں۔ جو لکھتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ اسی نور کی ایک چمک ہے اور فرشتے انہی انوار کا پر تو ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا اور باقی ہر چیز میرے نور سے پیدا کی۔“

(فاسی، مطالع المسماات: 265)

حدیث ”لَوْلَا كَمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاكَ“ ان الفاظ کے ساتھ محدثین کے نزدیک ثابت نہیں، البتہ ملا علی قاری رحمہ اللہ دیگر محدثین معنی کے اعتبار سے اسے درست قرار دیتے ہیں۔ علامہ مولانا علی بن سلطان قاری اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں: ان الفاظ کے ساتھ وارد نہیں لیکن اس کے معنی صحیح ہیں۔

(الزُّبْدَةُ فِي شَرَاهِ الْبُودَةِ صفحہ 258)

ائمہ، محدثین و مفسرین نے تخلیق محمدی کے حوالے سے مروی احادیث کو قبول کر کے اپنی گراں قدر تصانیف میں جگہ دی ہے اور پھر ان کی تشریح و تعبیر کر کے یہ ثابت کیا کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے نہ صرف افضل و برتر ہیں بلکہ وجہ تخلیق کائنات بھی آپ ہیں یعنی کائنات کو وجود میں لانے کا واسطہ بھی آپ ٹھہرے۔ تخلیق کائنات میں واسطہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نعتیہ شعر میں احمد رضا خان بریلوی صاحب نے کتنی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو  
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

امام شرف الدین محمد بن سعید بوسیریؒ اپنے مشہور زمانہ قصیدہ بُردہ شریف میں لکھتے ہیں:

وَكَيْفَ تَدْعُو إِلَى الدُّنْيَا فَزُورَةً مِّنْ  
لَّوْلَاكَ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِّنَ الْعَدَمِ

یعنی دنیا کی ضرورتیں اس مبارک ہستی کو اپنی طرف کیسے بلا سکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔

سامعین! یہ بات تو اسلامی تعلیمات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واسطہ اور وسیلہ بنانا اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی سنت ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کائنات میں موجود ذات و صفات اور افعال میں سے کونسی چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب واسطہ بن سکتی ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی آپ کو مخلوق اور خالق کے درمیان واسطہ عظمیٰ بنایا۔ کیونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی ہے جو اس پوری بزم کون و مکان میں محبوبیت عظمیٰ کے مقام پر فائز ہے۔

دوسرے آپ کی برتری سورۃ العنبران آیت 82 سے عیاں ہے۔ جس کے مطابق عالم ارواح میں جب تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو خلعت نبوت سے مشرف فرمایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے نہ صرف واسطہ رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت و افادیت بیان فرمائی بلکہ اس واسطہ عظمیٰ کو ہی نبوت و رسالت کے مناصب جلیلہ کی تفویض کا ذریعہ قرار دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۖ قَالَ أَأَقْرَضُكُمْ عَلَىٰ ذِكْرِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَضْنَا ۖ قَالَ فَاشْهَدُوا ۚ وَإِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۚ (ال عمران: 82)

کہ جب اللہ نے نبیوں کا ميثاق لیا کہ جبکہ میں تمہیں کتاب اور حکمت دے چکا ہوں پھر اگر کوئی ایسا رسول تمہارے پاس آئے جو اس بات کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لے آؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ کہا گیا تم اقرار کرتے ہو اور اس بات پر مجھ سے عہد باندھتے ہو؟ انہوں نے کہا (ہاں) ہم اقرار کرتے ہیں۔ اس نے کہا پس تم گواہی دو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ جب تمام پیغمبروں سے نبوت و رسالت کا حلف لے رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ارواحِ انبیاء و رسل علیہم السلام کے اس مقدس اجتماع میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کا اظہار فرمایا۔ اسی قدر و منزلت کے اظہار کا ایک اہم پہلو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی شرط عائد فرما کر انبیاء و رسل علیہم السلام کو اس واسطہ کی اہمیت باور کروائی۔ اس مجلس میں بڑے اہتمام سے اس حلف کے ساتھ ساتھ ان انبیاء کو بطور خاص بتایا گیا کہ تمہیں نبوت و رسالت کی عظیم نعمت اور جلیل القدر منصب دیا جا رہا ہے اس شرط کے ساتھ کہ تم میں سے ہر ایک کی رسالت و نبوت بالواسطہ میرے محبوب خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغِ نبوت و رسالت سے روشن ہوگی۔

تیسرے نمبر پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو نبوت کی نعمت سے سرفراز فرما کر آپ کو جنت میں ٹھہرایا گیا۔ وہاں قدرت کی طرف سے آپ کو ایک امتحان میں ڈالا گیا جس کی وجہ سے آپ کو جنت سے نکال دیا گیا پھر آپ کو معاف کیا گیا لیکن یہ معافی آپ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کے طفیل نصیب ہوئی۔

سامعین! چوتھے نمبر پر جس واسطہ رسالت کا میں ذکر کرنے جا رہا ہوں وہ عالمِ برزخ میں واسطہ رسالت ہے۔ قبر میں نجات بھی واسطہ رسالت کے بغیر نہیں مل سکتی۔ قبر میں جو سوالات پوچھے جائیں گے ان میں سے ایک سوال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا جائے گا۔ احادیثِ مبارکہ سے اس بات کی قطعی تائید ملتی ہے۔ صحیح بخاری اور دیگر کتبِ احادیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ درج ہیں جس کے مطابق قبر میں فیصلہ کن سوال صرف آپ کے بارے میں ہو گا۔ جو آپ کی پہچان کے بارے میں ہو گا اور یہی نجات کی شرط اور واسطہ ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ بندے کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے لواحقین واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے پھر اُس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اُسے بٹھا کر کہتے ہیں: تو اس شخص یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق (دنیا میں) کیا کہا کرتا تھا؟ اگر مومن ہو تو کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس سے کہا جائے گا: (اگر تو ایمان نہ لاتا تو تیرا ٹھکانا جہنم میں ہوتا) جہنم میں اپنے اس ٹھکانے کی طرف دیکھ! اللہ تعالیٰ نے تجھے (نیک اعمال کے سبب) اس کے بدلے جنت میں ٹھکانا دے دیا ہے۔ پس وہ دونوں کو دیکھتا ہو گا اور اگر منافق یا کافر ہو تو اس سے پوچھا جائے گا: تو اس شخص یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق (دنیا میں) کیا کہا کرتا تھا؟ وہ کہتا ہے: مجھے تو معلوم نہیں، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اس سے کہا جائے گا: تو نے نہ جانا اور نہ پڑھا۔ اسے لوہے کے گرز سے مارا جائے گا تو وہ (شدتِ تکلیف سے قبر میں) چیختا چلاتا ہے جسے سوائے جنات اور انسانوں کے سب قریب والے سنتے ہیں۔

(بخاری کتاب الجنائز، مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، أبوداود، کتاب السنة)

ترمذی، کتاب الجنائز کی روایت کے مطابق جب میت کو یا تم میں سے کسی ایک کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے نیلگوں آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں۔ ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔ وہ دونوں اس میت سے پوچھتے ہیں۔ اس عظیم ہستی رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ وہ شخص وہی بات کہتا ہے جو دنیا میں کہا کرتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بیشک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے (خاص) بندے اور رسول ہیں۔ فرشتے کہیں گے ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا پھر اس کی قبر کو لمبائی و چوڑائی میں ستر ستر ہاتھ کشادہ کر کے نور سے بھر دیا جائے گا پھر اسے کہا جائے گا: (آرام سے) سو جا، وہ کہتا ہے میں واپس جا کر گھر والوں کو بتاؤں۔ وہ کہتے ہیں نہیں، (اب تو نئی دلیلی) دلہن کی طرح سو جاؤ، جسے گھر والوں میں سے اُسے محبوب ترین شخص ہی اٹھاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (روزِ محشر) اُسے اس کی خواب گاہ سے اٹھائے گا اور اگر وہ شخص منافق ہو تو (سوالات کے نتیجے میں) کہے گا: میں نے ایسا ہی کہا جیسا میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا، میں نہیں جانتا (وہ صحیح تھا یا غلط)۔ پس وہ دونوں فرشتے کہیں گے کہ ہم جانتے

تھے کہ تم ایسا ہی کہو گے۔ پس زمین سے کہا جائے گا کہ اس پر تنگ ہو جاؤ اس پر اکٹھی ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں داخل ہو جائیں گی وہ مسلسل عذاب میں مبتلا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس ٹھکانے سے اٹھائے گا۔“

الغرض مذکورہ احادیث بالا سے ثابت ہوا کہ قبر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان کا لازمی سوال ہو گا اور اس میں کامیابی ہی نجات کا باعث ہو گی۔  
 سامعین! آج میں اپنی تقریر میں پانچویں نمبر پر واسطہ شفاعت کا ذکر کروں گا۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ روزِ قیامت بھی شدت تکلیف میں تمام لوگ جمع ہو کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئیں گے اور آپ کو اللہ کے حضور واسطہ شفاعت بناتے ہوئے عرض کریں گے کہ ہمارے لیے اللہ کریم کے حضور سفارش کریں تاکہ حساب و کتاب کا مرحلہ جلدی شروع ہو اور ہم اس جان لیوا تکلیف سے نجات پائیں۔ اس روز ربِّ ذوالجلال آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ یہ وہ اعلیٰ اور ارفع مقام ہے جو صرف آپ کی شانِ نبوت کے لیے مختص ہے چنانچہ آپ کے اس مقام و مرتبہ پر فائز ہونے سے جمیع امم کو فائدہ ہو گا۔ آپ لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے اور آپ کے واسطہ عظمیٰ سے لوگوں کو نجات ملے گی۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا گیا: عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا (آیت: 80) کہ یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود (یعنی مقام شفاعت) پر فائز فرمائے گا۔

احادیث میں ہے کہ روزِ قیامت سب لوگ گروہ در گروہ ہو جائیں گے۔ ہر امت اپنے اپنے نبی کے پیچھے ہو گی اور عرض کرے گی: اے فلاں! شفاعت کیجئے، اے فلاں! شفاعت کیجئے یہاں تک کہ شفاعت کی بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہو گی۔ پس اس روز شفاعت کے لئے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

سامعین! میں پانچویں واسطہ میں آپ کے ایک اور درجے، مقام اور مرتبہ کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ یہ کوئی واسطہ تو نہیں تاہم دوسرے انبیاء پر ایک فضیلت ضرور ہے جو یہاں بیان کرنی ضروری ہو گی۔ آپ نے فرمایا:

إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ فِي أَمْرِ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنِّي أَدْرَكُ كُنُجْدِلًا فِي طِينَتِهِ

(ابن حبان فی الصحيح الرقم: 6404، والطبرانی فی المعجم الکبیر الرقم: 631)

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کے ہاں لوحِ محفوظ میں اُس وقت بھی خاتم الانبیاء تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔

سامعین! تقریر کے آخر پر اسی حوالہ سے چند مزید روایات پیش ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی:

يَا عِيسَىٰ أَمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَأَمْرٌ مِنْ أَدْرَكَكَ مِنْ أَمْتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ

(مستدرک 3/516، حدیث: 4285)

یعنی اے عیسیٰ! محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی امت میں سے ان کا زمانہ پانے والوں کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دو۔ اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ ہی جنت و دوزخ بناتا۔

حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: آپ کا رب ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَأَهْلَهَا لِأَعْرِفَهُمْ كَمَا أَمْتِكَ وَمَنْزِلَتِكَ عِنْدِي وَلَوْلَا مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا

(خصائص کبریٰ 2/330)

یعنی بے شک میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تاکہ اے محبوب! میرے نزدیک آپ کی جو قدر و منزلت ہے وہ انہیں بتاؤں اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو تخلیق نہ فرماتا۔

جب اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپ نے عرش پر نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے میرے رب! یہ نور کیسا ہے؟ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

هَذَا نُورُ نَبِيِّيٍّ مِّنْ ذُرِّيَّتِكَ اِسْمُهُ فِي السَّمَاءِ اَحْمَدُ وَفِي الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَا مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا اَرْضًا

(موہب لدنیہ، 1/35، زرقانی علی المواہب 1/85)

یعنی یہ آپ کی اولاد میں سے ایک نبی کا نور ہے جن کا آسمان میں احمد جبکہ زمین والوں میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں نہ آپ کو پیدا کرتا اور نہ ہی آسمان و زمین کو بناتا۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا:

لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا اَرْضًا وَلَا جَنًّا وَلَا مَلَكًا

یعنی اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان و زمین اور جنات و فرشتوں کو پیدا نہ فرماتا۔

(جواہر البحار، 3/42)

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاقَ میں کیا مشکل ہے؟ قرآن مجید میں ہے خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا (البقرة: 30)، زمین میں جو کچھ ہے وہ عام آدمیوں کی خاطر ہے۔ تو کیا خاص انسانوں میں سے ایسے نہیں ہو سکتے کہ ان کے لئے افلاک بھی ہوں؟... دراصل آدم کو جو خلیفہ بنایا گیا تو اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ وہ اس مخلوقات سے اپنے منشاء کا خدا تعالیٰ کی رضامندی کے موافق کام لے۔ اور جن پر اس کا تصرف نہیں وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے انسان کے کام میں لگے ہوئے ہیں، سورج، چاند، ستارے وغیرہ۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 213)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا:

”يُظْهِرُكَ اللَّهُ وَيُثَبِّتُكَ عَلَيْكَ - لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاقَ - خدا تجھے غالب کرے گا اور تیری تعریف لوگوں میں شائع کرے گا۔ اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔“

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 102)

اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ

”ہر ایک مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے یعنی ملائکہ کو اس کے مقاصد کی خدمت میں لگا دیا جاتا ہے اور زمین پر مستعد طبعیتیں پیدا کی جاتی ہیں پس یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعودؑ کے حوالہ سے اس موضوع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے کہ اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ آدم کو خلیفہ بنانے کے موقع پر جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا وہ بھی درست تھا اور جو فرشتوں نے کہا وہ بھی درست تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے، ”صرف نقطہ نگاہ کا فرق تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر ان صلحاء پر تھی جو آدم کی نسل میں ظاہر ہونے والے تھے اور اس نظام کی خوبیوں پر تھی جو آدم اور اس کے اظلال کے ذریعہ سے دنیا میں قائم ہونے والا تھا لیکن فرشتوں کی نظر ان بدکاروں پر تھی جو انسانی دماغ کی تکمیل کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا موردِ عتاب بننے والے تھے۔ خدا تعالیٰ آدم کی پیدائش میں محمدی جلوہ کو دیکھ رہا تھا اور فرشتے بوجہ جہلی صفات کے ظہور کو دیکھ کر لرزاں و ترساں تھے۔“ (پریشان تھے) ”اور گویہ درست ہے کہ جو کچھ فرشتوں نے خلافت کے قیام سے سمجھا تھا درست تھا مگر ان کا یہ خوف کہ ایسا نظام دنیا کے لئے لعنت کا موجب نہ ہو، غلط تھا۔ کیونکہ کسی نظام کی خوبی کا اس کے اچھے ثمرات سے اندازہ کیا جاتا ہے نہ کہ اس میں کمزوری دکھانے والوں کے ذریعہ سے۔ اگر کسی اچھے کام کو اس کے درمیانی خطرات کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے تو کوئی ترقی ہو ہی نہیں سکتی۔ ہر بڑا کام اپنے ساتھ خطرات رکھتا ہے۔“ آپ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”طالب علم، علم کے سیکھنے میں جانیں ضائع کر دیتے ہیں۔“ مگر علم سیکھنا ترک نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح ملکوں میں فوجوں کی جانیں ضائع ہوتی ہیں تو لوگ فوج میں جانے



سے رک نہیں جاتے یا جنگیں ختم نہیں ہو جاتیں یا اپنے ملک کی حفاظت ختم نہیں ہو جاتی۔ پس گو خلافت کے قیام سے انسانوں کا ایک حصہ موردِ سزا بننے والا تھا اور مفسد اور قاتل قرار پانے والا تھا۔ مگر ایک دوسرا حصہ خدا تعالیٰ کا محبوب بننے والا تھا اور فرشتوں سے بھی اوپر جانے والا تھا۔ وہ کامیاب ہونے والا حصہ ہی انسانی نظام کا موجب تھا اور اس حصہ پر نظر کر کے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انسانی نظام ناکام رہا بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس اعلیٰ حصہ کا ایک ایک فرد اس قابل تھا کہ اُس کی خاطر اس سارے نظام کو تیار کیا جاتا۔ اسی حکمت کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بعض اپنے کامل بندوں سے فرمایا ہے کہ لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الدُّنْيَا (ابن عساکر) کہ اگر تو نہ ہوتا تو ہم دنیا جہان کے نظام کو ہی پیدا نہ کرتے۔ یہ حدیث قدسی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وارد ہوئی ہے۔ بعض اور کامل وجودوں کو بھی اسی قسم کے الہام ہوئے ہیں۔ پس یہ کامل لوگ اس بات کا ثبوت ہیں کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہی حکمت کے مطابق تھا۔“ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 284-283)

(خطبہ جمعہ 20/ اپریل 2007ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”انسان کامل جن کا نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے زمین و آسمان کو بھی تیری وجہ سے پیدا کیا ہے۔ اپنے نور ہونے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ ایک روایت مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ کتاب الایمان میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الایمان بالقدر)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ابتداء سے ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اس انسان کامل کو دیا جانے والا نور وہ نور ہے جو نہ پہلوں میں کبھی کسی کو دیا گیا اور نہ بعد میں آنے والوں کو دیا جائے گا۔ وہ صرف اور صرف انسان کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو گا۔“

(خطبہ جمعہ 22 جنوری 2010ء)

حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث قدسی ہے کہ لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو دنیا پیدا نہ کرتا۔ یہ زمین و آسمان پیدا نہ کرتا۔ (الموضوعات الکبریٰ لِمَلَّا عَلَی الْقَارِی صفحہ 194 حدیث نمبر 754)۔ گو مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ اس حدیث کی صحت پر اعتراض کرتا ہے لیکن ہمیں اس زمانہ کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عاشق صادق نے اس حدیث کی صحت کا علم دیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی مقام کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ آپ تمام رسولوں سے افضل ہیں۔ آپ تاقیامت تمام زمانوں کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے یہ مقام بخشا ہے کہ آپ کی اتباع سے انسان اللہ تعالیٰ کی محبت پاتا ہے۔ آپ کو وہ مہر نبوت عطا ہوئی ہے جو تمام سابقہ انبیاء پر ثبت ہو کر ان انبیاء کے نبی ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔ آپ کو وہ مقام خاتم النبیین ملا ہے جس کے اُمتی کو بھی نبوت کا درجہ ملا اور آپ کا اُمتی اور عاشق صادق ہونا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آنے والے مسیح و مہدی کو نبوت کا مقام دلا گیا..... پس آپ کے نزول سے جو نئے زمین و آسمان پیدا ہوئے، جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے انتہائی درجہ کا قرب پا کر انسانوں کی نجات اور خدا تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کا مقام بھی حاصل کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ کا مقام عطا فرمایا۔ آپ سے محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔ یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ یہ افلاک بھی خدا تعالیٰ کے آپ سے خاص پیار کے نتیجے میں آپ کے لئے پیدا کئے گئے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ کی علو شان کے لئے ہم اس حدیث قدسی کو صحیح تسلیم نہ کریں۔ پس یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کو پہچانا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 28/ جنوری 2011ء)

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَبِيبٌ مَّجِيدٌ  
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَبِيبٌ مَّجِيدٌ

(بنغاون: زاہد محمود و مسز عائشہ چوہدری)

